اور اپنے دست مبارک سے اسناد تقسیم کیں۔ آپ کی اچانک رحلت سے بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ جو مدتوں پر نہ ہو سکے گا۔ آپ کی وفات پر صدر جامعہ میاں نعیم الرحمان، جناب صوفی احمد دین، مولانا محمد یوسف انور اور دیگر ممبران نے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اساتذہ جامعہ اور طلبہ نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور تمام لواحقین بالخصوص حاجی نذیر حسین اور حاجی محمد سعید کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

ابو انس عبدالمالک کی شہادت

جہاد افغانستان نے مسلمانوں میں ایک نیا جذبہ اور ولولہ پیدا کیا تھا اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ جہاد کے ذریعے دنیا میں باعزت زندگی گزار سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ممالک میں جہاد کا کام بڑے منظم طریقے سے شروع ہوا اور دیکھتے دیکھتے بوسنیا، کسووا، چیچنیا نے آزادی حاصل کر لی۔ بلاشبہ مسلمانوں کی قربانیوں سے ہی آزادی کی نعمت میسر آئی۔ کشمیر میں عرصہ دس سال سے یہ معرکہ جاری ہے۔ انڈین آرمی کی ظلم و بربریت کی داستانیں عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعے پوری دنیا میں سنی جا سکتی ہیں۔ جس کا مقابلہ کرنے والے مجاہدین ایمانی قوت سے سرشار ہیں اور نہایت جرات کے ساتھ آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ شہادت کی تمنا اور آرزو لئے یہ مجاہدین نہایت خلوص کے ساتھ میدان جہاد میں برسرپیکار ہیں۔ ان میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے فاضل ابو انس حافظ عبدالمالک بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے مکہ مکرمہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور بقیہ تعلیم جامعہ سلفیہ میں مکمل کی اور سند فراغت حاصل کی۔ آپ شروع سے ہی کم گو اور شرمیلے تھے۔ اساتذہ کا بڑا احترام کرتے۔ شرعی امور کی سختی سے پابندی کرتے۔ جہاد کی طرف آپ کا رجحان دوران تعلیم ہوا اور فارغ ہوتے ہی میدان جہاد کی طرف چل نکلے اور ہمیشہ شہادت کی دعا کرتے۔ گذشتہ دنوں وادی میں جانے سے قبل جامعہ میں اساتذہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے تو ایک ہی درخواست تھی کہ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ شہادت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آپ نے سوپور کے علاقے میں شدید معرکہ کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپکی شہادت کو قبول فرمائے اور لواحقین کو صبر و تحمل کی توفیق سے نوازے۔ اس سے قبل جامعہ کے ایک اور فاضل مولانا عبدالوحید آف ساہیوال بھی شہید ہو چکے ہیں۔

گورنر شام حضرت ابو درداءؓ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ارادہ کیا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو شام کا گورنر مقرر کر دیا جائے۔ انتہائی عزت و اکرام سے اس عہدے کی پیشکش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت اصرار کیا تو فرمانے لگے:

امیر المومنین اگر آپ کو یہ پسند ہے کہ میں اہل شام کو قرآن و سنت کی تعلیم دوں اور انہیں نمازیں پڑھاؤں تو میں بطیب خاطر یہ فریضہ سرانجام دینے کیلئے تیار ہوں، یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تو آپ ارض شام کے صدر مقام دمشق کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ باشندگان دمشق ناز و نعم کی زندگی بسر کر رہے ہیں، آسائش و آرام کے دلدادہ ہو چکے ہیں، باشندگان دمشق کی یہ حالت دیکھ کر آپ بہت پریشان ہوئے، آپ نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کی دعوت دی، جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

اے دمشق کے رہنے والو! تم میرے دینی بھائی ہو اور دشمنوں کے خلاف ہمارے معاون ہو: اے ساکنان دمشق! بھلا میری محبت و مودت اور میری نصیحت کو قبول کرنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے؟ میں تو تم سے کوئی چیز طلب نہیں کرتا، میری نصیحت تمہارے فائدے کے لئے اور میرے اخراجات کا بوجھ تمہارے علاوہ کسی اور کے ذمے ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء اس دنیائے فانی سے اٹھتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ پُر کرنے والا کوئی پیدا نہیں ہو رہا، میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی ذمہ داریوں کو قبول تو کر لیا ہے لیکن حقیقتاً اس کے احکام سے انحراف کر رہے ہو، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اتنا مال جمع کر رہے ہو جسے تم کھا نہ سکو گے، اور ایسی امیدیں لئے بیٹھے ہو جنہیں تم پا نہ سکو گے، سنو تم سے پہلے بہت سی قوموں نے بے انتہا مال اکٹھا کیا اسے دل و جان سے عزیز جانا اور سنبھال سنبھال کر رکھا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ سارا مال تباہ و برباد ہو گیا، ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا، آبادیاں قبرستانوں میں تبدیل ہو گئیں۔ اے ساکنان دمشق! ذرا تم قوم عاد کو دیکھو جس کا اپنے دور میں روئے زمین پر رعب و دبدبہ تھا، جس کی اقتصادی حالت نہایت مستحکم تھی جسے اپنی افرادی قوت پہ ناز تھا، لیکن آج اس قوم کا نام و نشان نہیں، یہ وعظ سن کر حاضرین مجلس دھاڑیں مار کر رونے لگے، چیخ و پکار کی دلدوز آوازیں مسجد سے باہر سنائی دے رہی تھیں۔